بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

خاندان- اسلامی نقطۂ نظر کا مطالعہ

سید جلال الدین عمری

انسان اجتماعیت پسند ہے

روئے زمین پر جب سے انسان کا وجود ہے وہ مل جل کر رہ رہا ہے اور اجتماعی زندگی گزار رہا ہے۔ یہ اس کی فطرت ہے۔ وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے اجتماعیت پسند ہے اور اپنے ہم جنس افراد کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ ان کے تعاون کا بھی محتاج ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی ضروریاتِ حیات پوری نہیں کرسکتا بلکہ اس کے وجود اور بقا ہی کو شدید خطرہ لاحق ہوجائے گا۔

خاندان سے اجتماعیت کا آغاز ہوا

انسان کی اجتماعی زندگی کا آغاز اس کے قریب ترین افراد سے ہوا۔ یہی اس کا خاندان ہے۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ خاندان وہ اولین ادارہ ہے جس سے انسان نے درس اجتماعیت حاصل کیا۔ اس دنیا میں آنے کے بعد انسان کو جس تعاون کی ضرورت ہے وہ اسے خاندان ہی سے ملتا ہے۔ خاندان سے باہر وہ اس کی توقع نہیں کرسکتا۔

خاندان کی اہمیت

افرادِ خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل، ان کے تقاضوں کو پورا کرنے اور ان کی حفاظت و صیانت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ خاندان کے اندر ہر فرد کو اطمینان ہوتا ہے کہ اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی اور کوئی بھی نازک مرحلہ پیش آئے تو اس کی حفاظت کی جائے گی۔ یہ

سب کچھ فطری طور پر اور بغیر کسی دباؤ کے انجام پاتا ہے۔ خاندان کے بہت سے مسائل ہوتے ہیں، انھیں افرادِ خاندان مل جل کر حل کرتے رہتے ہیں۔ اسے وہ بوجھ نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

اس طرح خاندان کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کے چاروں طرف اس کے بہی خواہ اور ہم درد افراد کا ایک حلقہ موجود ہوتا ہے، جن کے درمیان وہ خود کو محفوظ اور مامون پاتا ہے اور جو مشکلات میں اس کے کام آتا ہے۔

خاندان سے انسان کا جذباتی تعلق بھی ہوتا ہے۔ وہ اس سے دلی قربت اور یگانگت محسوس کرتا ہے اور رنج و راحت میں اسے شریک دیکھنا چاہتا ہے۔ افراد خاندان اس کی خوشیوں کو دوبالا کرتے ہیں۔ ان کی محبت اور ہمدردی اس کے درد و الم کو کم کرتی اور اسے سکون فراہم کرتی ہے۔ خاندان اس کی ضرورت بھی ہے اور اس کے لیے وجہ سکون بھی۔

خاندان معاشرہ کی اساس ہے

خاندان چھوٹے اور بڑے ہو سکتے ہیں۔ ان کے مجموعے سے سماج اور معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ خاندان کے استحکام اور عدمِ استحکام سے معاشرے کا استحکام اور عدم استحکام وابستہ ہے۔ خاندان کی بنیادیں مضبوط ہوں تو معاشرے کو مضبوطی اور استواری حاصل ہوگی یہ کم زور ہو تو پورا معاشرہ ضعف اور اضمحلال کا شکار ہوگا۔ ایک ایک اینٹ کی پختگی سے پوری عمارت مضبوط ہوتی ہے۔ خام اور کم زور اینٹوں سے مضبوط عمارت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خاندان وہ بنیادی پتھر ہے کہ یہ اپنی جگہ سے ہٹتا ہے تو پورے معاشرہ کی چولیں ہل جاتی ہیں اور تعلقات میں بگاڑ اور فساد رونما ہونے لگتا ہے۔ خاندان کے ٹوٹنے سے وہ دائرہ یا سرکل ٹوٹ جاتا ہے جس سے انسان کا قلبی تعلق ہوتا ہے۔ وہ لوگ جنھیں انسان اپنا سمجھتا ہے، جو اس سے انتہائی قریب ہوتے ہیں، وہ بھی دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ وہ تمام

تعلقات جو خاندان کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں اور اس کی بقا سے وابستہ ہیں، اس کے ٹوٹتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور انسان خاندان کے سکون سے محروم ہوجاتا ہے۔ خاندان کا ٹوٹنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ اتنا بڑا خسارہ ہے کہ کوئی بھی معاشرہ زیادہ دنوں تک اسے برداشت نہیں کرسکتا۔

خاندان کی صحیح تعمیر پیغمبروں کے ذریعہ ہوتی ہے

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر خاندان مثالی نہیں ہوتا۔ بہت سے خاندانوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان خوش گوار تعلقات نہیں ہوتے اور وہ ایک دوسرے کے حقوق نہیں پہچانتے۔ اس کی وجہ خاندانی نظام کی خرابی نہیں، بلکہ ذاتی اغراض اور مفادات کا تصادم ہے۔ جب کبھی انسان کا ذاتی مفاد خاندان کے مفاد پر غالب آجاتا ہے اس کی تقدیس پامال ہونے لگتی ہے اور اسے خسارے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی خاندان کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کرے اور اسے نقصان نہ پہنچنے دے۔ اللہ کے رسولوں کے احسانات میں ایک احسان یہ بھی ہے کہ خاندان میں جو بگاڑ اور فساد درآتا ہے وہ اس کی اصلاح کرتے اور صحیح نہج پر اس کی تعمیر کا فرض انجام دیتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ خاندان امن وسکون کا گہوارہ اور ایک مثالی ادارہ بن جائے۔

پیغمبروں نے خاندانی زندگی گزاری

اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے، جو اس کے برگزیدہ اور مقرب ترین بندے ہوتے ہیں، خاندانی یا عائلی زندگی گزاری ہے اور اس کے تقاضے پورے کیے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً ...
(الرعد: ۳۸)

ہم نے آپ سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے اور انھیں بیویاں اور اولاد دی تھی۔

قرآن مجید نے متعدد پیغمبروں کی بیویوں کا، ان کی ذریت اور خاندان کے دوسرے افراد کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ان پیغمبروں کے اپنے اہل خاندان سے تعلقات، ان کی محبت، ہمدردی، اخلاص اور خیر خواہی اور اہل خاندان کا ان کے ساتھ رویہ اور ان کی حمایت و مخالفت کی تفصیل ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ ان تمام پہلوؤں سے خود رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی ازواج و اولاد کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

یہاں ایک سوال ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے کیوں خاندانی زندگی گزاری اور اس کے مسائل اور الجھنوں سے کنارہ کش رہ کر اللہ کی عبادت میں کیوں نہیں لگ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خاندانی زندگی سے دین و اخلاق کو جو رفعت ملتی ہے اور ہم دردی، تعاون اور خیر خواہی کے جو پاکیزہ جذبات نشوونما پاتے ہیں اور ضبطِ نفس اور اصلاح و تربیت کے جو مواقع ملتے ہیں وہ کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں ہوتے۔

خاندان کی دینی حیثیت

اس کا مطلب یہ ہے کہ خاندان صرف سماجی اور معاشرتی ادارہ ہی نہیں ہے بلکہ اسے دینی اور اخلاقی حیثیت بھی حاصل ہے۔ جو شخص عائلی زندگی گزارتا ہے وہ درحقیقت پیغمبروں کے اسوہ پر عمل کرتا ہے اور اپنی سیرت و اخلاق کو اس ذریعے سے بلند کرتا ہے۔

اسلام نے اجتماعی زندگی میں خاندان کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ وہ جس قسم کے خاندان کی تشکیل چاہتا ہے اس کے خدوخال واضح کیے ہیں۔ اس نے ازدواجی زندگی، اس کی ذمہ داریاں، اس کے مسائل، اہل خاندان سے تعلقات، ان کے حقوق اور ان سے متعلق تمام امور کے سلسلے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اپنے ماننے والوں کو ان کا پابند بنایا ہے۔

خاندان مرد اور عورت کے ذریعہ وجود میں آتا ہے

خاندان صرف مردوں یا صرف عورتوں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی تعمیر و تشکیل میں مرد اور عورت دونوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی سوسائٹی میں کچھ مرد یا کچھ عورتیں باہم مل جل کر زندگی گزارنے لگیں اور غیر فطری طریقے سے اپنی خواہشات پوری کرنے لگیں تو اسے خاندان نہیں کہا جائے گا۔ اس وقت مغرب میں Homo Sexualaity کا جو رجحان فروغ پارہا ہے وہ نظام خاندان کی ابتری اور تباہی کا شدید ردعمل ہے۔ اس میں ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ اور ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ یہی ان کا گھر اور خاندان ہوتا ہے اور اس میں ایک دوسرے کے حقوق بھی متعین کر لیے گئے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ اس ہم جنسی سے مختلف نوع کے امراض پھیل رہے ہیں، یہ طرزِ حیات خاندان کے مقاصد کی تکمیل ہرگز نہیں کرتا۔

جنسی تعلق کی اہمیت

خاندان کا آغاز مرد اور عورت کے جنسی تعلق سے ہوتا ہے، اس لیے خاندان کی تشکیل میں اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس تعلق کے بارے میں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں ایک نقطۂ نظر رہبانیت کا ہے اور دوسرا اباحیت کا۔ یہ دونوں ہی نقطۂ نظر غیر فطری اور اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

رہبانیت جنسی تعلق کی مخالف

رہبانیت جنسی جذبات کو دبانے اور کچلنے کی تعلیم دیتی ہے اور اسے روحانی ترقی کا ذریعہ تصور کرتی ہے، لیکن یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے۔ اس پر ہزاروں اور لاکھوں افراد میں شاید دو ایک ہی بمشکل تمام عمل کر سکتے ہیں۔ انسان کے اندر جنسی جذبات اتنی شدت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ وہ اس

طرح کی بندش قبول نہیں کرسکتا۔ اس کے سامنے اس جذبے کی تسکین کی صحیح اور جائز راہیں بند ہوں تو وہ غلط راستوں پر چل پڑے گا۔ رہبانیت درحقیقت انسان کے فطری تقاضوں سے فرار کی ایک صورت ہے، جسے مذہب کا نام دے دیا گیا ہے۔ اس پر کسی معاشرے کی تشکیل نہیں ہوسکتی۔

اباحیت کے نقصانات

دوسرا نظریہ اباحیت کا ہے۔ یہ جنسی تسکین کے لیے پوری آزادی چاہتا ہے اور کسی قیدوبند کا قائل نہیں ہے۔ یہ رویہ فرد اور سماج دونوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے انسان کی جسمانی اور دماغی قوتیں بری طرح متاثر ہوتی ہیں اور وہ مختلف امراض کا شکار ہونے اور ہلاکت کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ یہ معاشرے کو جنسی انتشار اور آوارگی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں آدمی جنسی لذت تو حاصل کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں ہونے والی اولاد کو عورت کے سر ڈال کر الگ ہوجاتا ہے، یا دونوں ہی اس سے دامن کش ہوکر بچے کو کسی فلاحی ادارے یا ریاست کے حوالے کردیتے ہیں۔ یہ ادارے بچے کی مادی ضروریات کو تو کسی حد تک پوری کرسکتے ہیں لیکن اس محبت سے خالی ہوتے ہیں جو ماں باپ کے سینوں میں موج زن ہوتی اور اولاد میں منتقل ہوتی ہے۔ اولاد کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے مغرب میں Childless Faimly کا رجحان عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کے دو نقصانات بالکل واضح ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کے اندر ذمہ داریوں سے گریز اور ذاتی لذت کے حصول کا مزاج پیدا ہوتا ہے اور وہ کسی بھی سماجی اور معاشرتی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اگر اولاد کے بغیر زندگی گزارنے کا رجحان عام ہوتو آبادی میں لازماً کمی واقع ہوگی، معاشرہ افرادی قوت سے محروم ہوتا چلا جائے گا۔ اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے اسے باہر کے افراد کی مدد لینی پڑے گی۔

نکاح، جنسی تسکین کا جائز طریقہ

اسلام رہبانیت اور اباحیت دونوں کے خلاف ہے۔ جنسی جذبہ اس کے نزدیک ایک فطری جذبہ ہے اور اس کی تسکین غلط نہیں ہے، البتہ اس کا اصرار ہے کہ یہ جائز طریقے سے ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ اسے وہ زنا قرار دیتا ہے اور اس کی سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ وہ سماج کو زنا اور اس کی ترغیبات سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اہل ایمان کی ایک خصوصیت یہ بیان کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (المومنون: ۵-۷)

وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ البتہ اپنی بیویوں اور ان عورتوں سے جو ان کی ملکیت میں ہیں، یعنی باندیوں سے (اپنی خواہش پوری کرتے ہیں) جو لوگ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ تلاش کریں تو یہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ان آیات میں جنسی تسکین کے دو جائز طریقے بیان ہوئے ہیں۔ وہ ہیں ازواج یا باندیوں کے ذریعے جنسی تسکین حاصل کرنا۔ موجودہ دور میں عملاً باندیوں کا وجود نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص باندی رکھنا چاہے تو بھی نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے اب ازواج ہی سے تعلق ایک جائز صورت رہ گئی ہے۔

نکاح عورت کو زوجیت میں لانے کا جائز طریقہ ہے۔ نکاح ایک عہد و پیمان ہے جو مرد اور عورت کی آزاد مرضی سے وجود میں آتا ہے۔ اس میں کسی کے ساتھ جبر اور زیادتی کا عنصر نہیں ہوتا۔ مرد خود سے اس کا فیصلہ کرتا ہے اور عورت کی اجازت بھی اس کے لیے ضروری ہے۔ اگر کسی ناسمجھ یا نابالغ لڑکی کا نکاح ہو جائے تو بلوغ کے بعد وہ اپنی رائے اور اختیار کا استعمال کر سکتی ہے۔

نکاح کی قانونی حیثیت

نکاح کو بعض فقہاء نے جائز کہا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ مستحب اور پسندیدہ ہے، بعض اسے سنت مؤکدہ اور واجب کہتے ہیں، لیکن اگر آدمی ایسے حالات میں گھر جائے کہ زنا اور بدکاری میں مبتلا ہونے کا شدید خطرہ ہواور وہ معاشی لحاظ سے ازدواجی ذمہ داریاں برداشت کرسکتا ہوتو نکاح اس کے لیے واجب قرار پائے گا۔

معاشرہ نکاح میں مدد کرے

معاشرے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بے شادی شدہ افراد کی شادی کا اہتمام کرے اور اس معاملے میں ان کے ساتھ تعاون کرے، تاکہ کوئی شخص محض وسائل کے فقدان کی وجہ سے تجرد کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہوجائے۔ ارشاد ہے:

وَاَنْكِحُوا الاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (النور: ۳۲)

اور نکاح کردو اپنے میں سے ان کا جو بے شادی شدہ ہیں، اسی طرح اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے ان کا جو نیک اور صالح ہیں (اور حقوق ادا کرسکتے ہیں) اگر وہ نادار ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انھیں غنی بنادے گا۔ اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

خفیہ جنسی تعلق کی ممانعت

اسلام اس بات کو ناجائز قرار دیتا ہے کہ کسی بھی مرد اور عورت کے درمیان خفیہ طور پر جنسی تعلق قائم ہوجائے، ان کے اندر احساس جرم پرورش پاتا رہے اور وہ اپنی ذمہ داریوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ جو عورتیں آدمی کے لیے محرمات ہیں، جن سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، ان کے ذکر کے بعد فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ

اور حلال کردی گئی ہیں تمہارے لیے ان کے سوا دوسری عورتیں، اس طرح کہ تم ان کو مال

مُسٰفِحِيْنَ... (النساء: ۲۴) (مہر) کے ذریعہ طلب کرو، قیدِ نکاح میں لانے کے لیے۔ نہ کہ بدکاری کے لیے

نکاح کا اعلان

اسلام یہ چاہتا ہے کہ نکاح کا اعلان اور اظہار ہو، تاکہ معاشرہ اس بات سے واقف ہو کہ فلاں مرد اور عورت کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم ہوگیا ہے، وہ ایک دوسرے کے شریکِ حیات ہیں اور اس کی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں اٹھانے کا عہد کرچکے ہیں تاکہ وقت ضرورت معاشرہ خود بھی ان ذمہ داریوں کے اٹھانے میں ان کی مدد کر سکے اور اس معاملے میں ان سے غفلت ہو تو گرفت کر سکے۔ اسی لیے نکاح کے ثبوت کے لیے کم از کم دو گواہوں کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

ازدواجی رشتہ محبت کا رشتہ ہے

ازدواجی رشتہ حقیقت میں الفت ومحبت کا رشتہ ہے۔ اسے اسی حیثیت سے دیکھنا اور برقرار رکھنا چاہیے۔ مرد، عورت کو اپنا ہی ایک جز سمجھے اور عورت اس کے لیے وجہ سکون ثابت ہو۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ اس رشتے میں سوچنے سمجھنے والے، قدرت کی بڑی نشانیاں دیکھ سکتے ہیں:

وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ٥ (الروم: ۲۱)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم ان کے ذریعہ سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

شوہر اور بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں

ازدواجی تعلق محض جنسی تسکین کا ذریعہ ہی نہیں، بلکہ اس سے خاندان

کی بنیاد پڑتی ہے، اس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق ہیں جو انھیں حاصل ہوں گے اور دونوں کی ذمہ داریاں بھی ہیں جن کے وہ پابند ہوں گے۔ قرآن نے بڑی صراحت کے ساتھ کہا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرہ: ۲۲۸)

اور عورتوں کا حق ہے (مردوں پر) جیسا کہ (مردوں کا) ان پر حق ہے۔

احکامِ طلاق کے ذیل میں ارشاد ہے:

لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَهُ بِوَلَدِهٖ. (البقرہ: ۲۳۳)

نہ تو ماں کو نقصان پہنچایا جائے اس کے بچے کے ذریعہ (یعنی بچہ کو ماں سے جدا کرکے) اور نہ اسے نقصان پہنچایا جائے جس کا وہ بچہ ہے۔ یعنی باپ کو۔

مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی تگ و دو کرے، بیوی کا نان و نفقہ برداشت کرے، گھر اور اس کا ضروری سازوسامان فراہم کرے۔ عورت گھر کا نظم ونسق سنبھالے، اسے ایک بہتر اور سلیقے کا گھر بنائے، اپنی اور شوہر کی عزت و آبرو کی حفاظت کرے، بچوں کی نگہداشت اور انھیں بہترین تربیت و تہذیب سے آراستہ کرے۔ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے:

الرجل راع علی اهل بيته وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية علی اهل بيت زوجها و ولده وهی مسئولة عنهم. (بخاری، کتاب الاحکام)

آدمی اپنے گھر والوں کا راعی (نگراں) ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے روز) پوچھا جائے گا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کے بچوں کی راعیہ (نگراں) ہے اور اس سے ان کے متعلق (قیامت کے روز) سوال ہوگا۔

اختلاف حل کرنے کی تدابیر

ازدواجی زندگی میں کبھی اختلافات بھی رونما ہوسکتے ہیں۔ حکم ہے کہ ان اختلافات کو میاں بیوی خود ہی حکمت سے رفع کرنے کی کوشش کریں۔ مرد،

وسعت ظرف اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے، عورت کا رویہ غلط اور ناپسندیدہ ہو تو افہام وتفہیم سے کام لے۔ حالات کو ٹھیک کرنے کے لیے وہ ناگواری کا اظہار بھی کرسکتا ہے اور خواب گاہ میں اس سے الگ رہ سکتا ہے۔ وقت ضرورت کسی قدر سختی کی بھی اسے اجازت ہے لیکن ایک حد سے آگے بڑھنے کا اسے حق نہیں ہے۔ اسی طرح عورت، مرد کے اندر بے توجہی محسوس کرے تو اپنے حقوق پر اصرار کرنے کی جگہ، حقوق چھوڑنے کے لیے آمادہ ہوجائے، اس کے باوجود تعلقات ٹھیک نہ ہوں تو دونوں طرف کے دو افراد کو حکم مان کر ان کے فیصلہ کو تسلیم کرلیا جائے۔ اس سے بھی تعلقات بحال نہ ہوں تو طلاق یا خلع کے ذریعہ علاحدگی اختیار کی جائے تاکہ دونوں ازدواجی بندھن سے آزاد ہوکر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرسکیں۔

صرف جائز اولاد کے حقوق ہیں

انسان کے اندر اولاد کی فطری خواہش پائی جاتی ہے۔ وہ اس سے جذباتی تعلق رکھتا ہے، اس سے شدید محبت کرتا، اس سے راحت اور سکون محسوس کرتا اور اس پر اپنا مال ومتاع اور اپنی دولت صرف کرکے مسرت کا احساس کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے ذریعہ اس کا نام باقی اور اس کی نسل جاری رہے۔ وہ اسے اپنے مال ودولت ، جائیداد اور اسباب و وسائل کا جائز وارث تصور کرتا ہے۔ اسلام اس جذبہ کو غلط نہیں سمجھتا، اس نے اسے باقی رکھا ہے اور اولاد کی ترغیب دی ہے۔

وَابْتَغُوْا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ. (البقرہ: ۱۸۷)

(ازدواجی تعلق کے ذریعہ) اللہ نے جو اولاد تمہارے حصہ میں رکھ دی ہے وہ طلب کرو۔

نکاح کے ذریعہ جو اولاد ہوگی وہی جائز اولاد ہوگی اور اسی کو قانونی حقوق حاصل ہوں گے، ناجائز جنسی تعلق کے نتیجے میں جو بچہ پیدا ہوگا اس کا کوئی

قانونی حق نہ ہوگا۔ خود اس بچہ پر اس کا کوئی حق نہیں تسلیم کیا جائے گا۔ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔

اولاد کے قانونی اور اخلاقی حقوق ہیں۔ ان حقوق کا ادا کرنا والدین کے لیے لازمی ہے۔ ان کو معاشی یا سماجی بوجھ سمجھ کر ختم نہیں کیا جاسکتا، ان کی غذا، لباس اور دوسری ضروریات پوری کی جائیں گی، ان کو بہتر تعلیم و تربیت دی جائے گی اور ان سے محبت اور پیار کا سلوک ہوگا، لین دین میں ان کے درمیان امتیاز نہیں برتا جائے گا، لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ یکساں رویہ اختیار کیا جائے گا۔

خاندان اللہ کی نعمت ہے

ازدواجی تعلق سے پورا خاندان وجود میں آتا ہے۔ اولاد، ماں، باپ، بھائی بہن اور ان کے واسطے سے بہت سے دوسرے رشتے قائم ہوتے ہیں۔ خاندان کا وجود اللہ کا فضل و احسان ہے۔ سماجی اور معاشرتی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہی بات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً وَّجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ○ (النحل: ۷۲)

اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں اور تمہیں اپنی بیویوں سے بیٹے اور پوتے دئے اور کھانے کے لیے تمہیں پاک چیزیں عطا کیں۔ تو کیا تم باطل پر ایمان رکھتے ہو اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہو۔

خاندان کے افراد سے آدمی کے دور و نزدیک کے تعلقات ہوتے ہیں۔ کسی سے اس کا خونی رشتہ براہ راست اور کسی سے بالواسطہ ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے زندگی میں اس کے حقوق اور ذمہ داریاں متعین ہوتی اور مرنے کے بعد وہ ایک دوسرے کے قانونی وارث ہوتے ہیں۔ وراثت کے احکام کے ذیل

میں ارشاد ہے:

...... آبَــاؤُكُـمْ وَأَبْـنَــاؤُكُـمْ لَا تَـدْرُوْنَ اَيُّهُـمْ أَقْـرَبُ لَكُمْ نَفعاً ...... (النساء: ۱۱)	تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹوں میں سے کون تمہارے لیے زیادہ نفع پہنچانے والا ہوگا۔

صلۂ رحمی کی ہدایت

قرآن مجید میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ قرابت داروں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ ارشاد ہے:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ. (بنی اسرائیل: ۲۶)	اور قرابت دار کو اس کا حق ادا کرو۔

یہی بات، اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: ۹۰) کے الفاظ میں کہی گئی ہے۔ یعنی اللہ کا حکم ہے کہ قرابت داروں کا حق ادا کرو۔ یہ حقوق حالات کے لحاظ سے قانونی اور اخلاقی دونوں طرح کے ہیں۔

قرابت دار اور اہل خاندان دور کے ہوں یا نزدیک کے، ان کے ساتھ حسن سلوک، ہم دردی اور خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے گا اور ان کے دکھ درد میں شرکت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول جن باتوں کی تعلیم دیتے تھے ان میں یہ بات بھی شامل رہی ہے:

وَبِــالْـوَالِـدَيْـنِ اِحْسَـانـاً وَّذِی الْقُرْبٰی ...... (البقرہ: ۸۳)	والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور قرابت داروں سے......

اس حسن سلوک کو صلۂ رحمی بھی کہا گیا ہے اور صلہ رحمی کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَاللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ...... (الرعد: ۲۱)	وہ جوڑتے ہیں ان (رشتوں) کو جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

درحقیقت اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ کا ہر وہ شخص جو بہتر مادی اور معاشی حالت میں ہو وہ خاندان کے ان افراد کا تعاون کرے جو اس کے محتاج ہیں اور انھیں اس قابل بنائے کہ کاروبارِ حیات میں وہ اپنا فرض ادا کرسکیں۔

خاندان کی دینی اور اخلاقی تربیت

بیوی بچوں اور اہل خاندان کی مادی اور معاشی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ان کی دینی اور اخلاقی حالت درست کرنے اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ یہ آدمی کے اپنے دین و ایمان اور اہل خاندان کے ساتھ خیر خواہی کا لازمی تقاضا ہے۔ اس سے غفلت دنیا اور آخرت کی تباہی کا سبب ہوگی۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا ہے:

يَـآ اَيُّهَـا الَّـذِيْنَ آمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (التحریم:۶)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اولاد کی نشو ونما اس طرح ہو کہ وہ محض ایک حیوان یا بندۂ نفس بن کر نہ رہ جائیں بلکہ ان کے اندر تقویٰ، خداترسی اور آخرت کا خوف جاگزیں ہو، وہ خدا کے وفادار بندے اور خلقِ خدا کے بہی خواہ بن کر ابھریں، دنیا میں خیر کو عام کریں، شر اور فساد کو پھیلنے نہ دیں اور ان کے اندر اس راہ کی تکلیفیں برداشت کرنے کا عزم اور حوصلہ ہو۔ حضرت لقمان اپنے بیٹے سے فرماتے ہیں:

يَـا بُنَـيَّ اَقِـمِ الصَّـلٰوةَ وَاْمُـرْ بِـالْـمَـعْـرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِـرْ عَـلٰـى مَـا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ٥ (لقمان:۱۷)

اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو اور جو تکلیف تمھیں پہنچے اس پر صبر کرو، بے شک یہ ان کاموں میں سے ہیں جو ہمت کے ہیں۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جن امور کی تعلیم دی تھی، یہ ان میں سے بعض ہیں۔ انھوں نے اور بھی نصیحتیں کیں۔ باپ اور بیٹے کے تعلق کی نوعیت دوسرے تعلقات سے مختلف ہوتی ہے۔ باپ کی نصیحت کو بیٹا حکم سمجھ کر قبول کرسکتا اور اس پر کاربند ہوسکتا ہے۔ اس کی توقع ہر کسی سے نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ خاندان کے جو افراد انسان کے زیر اثر ہیں اور جو اس کی بات سن سکتے ہیں، ان سب کو خیر و صلاح کی راہ پر لگانا اس کی دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

یہاں اسلام کے خاندانی نظام کا بہت ہی اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اسلام خاندان کو معاشرے کے ایک صالح اور مضبوط ادارے کی حیثیت سے وجود میں لاتا اور اسے فروغ دیتا ہے۔ وہ اس کی مادی ضرورتوں کو نظر انداز کرتا ہے اور نہ اس کے اخلاقی تقاضوں کو۔ وہ دونوں کو پوری اہمیت دیتا ہے۔ اس میں کسی بھی پہلو سے کوتاہی ہو تو اس کی اصلاح کی مناسب تدبیر کرتا ہے۔ خاندان اگر صحیح نہج پر تشکیل پائے اور عمل کرنے لگے تو پورے معاشرہ ہی کا رخ ٹھیک ہوجائے گا اور اس کا سفر بالکل صحیح سمت میں ہونے لگے گا، اس لیے کہ خاندانوں کے مجموعہ ہی سے معاشرہ وجود میں آتا ہے اور خاندان سے اسے جو توانائی حاصل ہوتی ہے وہ کسی اور ذریعہ سے نہیں مل سکتی۔

مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

مولانا سید جلال الدین عمری کے قلم سے

اپنے موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک تحقیقی اور مستند کتاب

◉ چوتھا ایڈیشن ◉ صفحات: ۶۰ ◉ قیمت =/۱۵

انگریزی ترجمہ

Muslim Woman- Role And Responsibilities, ◉Rs. 20/-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵